کتابہ میر محمد اسحاق صاحب ناظر ضیافت
دارالانوار۔ قادیان
Qadian

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

ایڈیٹر قاضی محمد اسلم ایم اے

فاروق

قادیان

تاریخ ہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۲۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۸ جنوری ۱۹۳۷ء | نمبر ۴۰

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ترسیم چندہ
سالانہ۔ طلباء۔ شش ماہی
عام۔ ۔ ۔
بیرون ہندوستان۔ ۔ ۔
عام۔ ۔ ۔
انڈیا سے ۔ ۔ ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پہلے اس کو پڑھ لیجئے

اخبار فاروق کے متعلق بار بار اپیل کرنا اس قدر ناگوار امر ہے۔ کہ جس کو میں احباب کے گوش گذار کرنا صدا بصحرا کا مصداق سمجھتا ہوں۔ اس لئے سوائے اس کے کچھ نہیں کہتا۔ کہ فاروق کی تعداد اشاعت بڑھانے کے لئے اگر چند باہمت دوست جیسے کہ اخویم سید عنایت حسن شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر ہیں۔ کمر ہمت باندھ لیں۔ تو ممکن ہے۔ کہ فاروق ہر سال آپ کی سمع خراشی سے خاموش ہو جائے۔ ورنہ توکل علے اللہ جہاں تک مجھ سے فاروق کا جاری رکھنا ممکن ہوگا۔ میں اسکو جاری رکھوں گا۔ آگے خدا کے اختیار میں ہے۔

دوسری بات میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں۔ کہ جن دوستوں کو آئندہ فاروق سے دست برداری اور علیحدگی منظور ہے۔ وہ بواپسی ڈاک مجھے لکھ کر بھیج دیں۔ تاکہ ان کے نام آئندہ فاروق نہ بھیجا جائے۔ بصورت عدم اطلاع فاروق جاری رہے گا۔ اور اس کا حق آپ کو ادا کرنا پڑے گا۔ جو کہ آپ کا اخلاقی فرض ہے۔

تیسری عرض یہ ہے۔ کہ جن خریداران کے ذمہ پچھلا بقایا ہے۔ اور بار بار ان کو اطلاع دی گئی۔ وی پی ارسال ہوئے۔ مگر انہوں نے مطلق پروا نہیں کی۔ ایسے دوست اگر رحم کریں۔ تو پچھلا حساب صاف کرائیں۔ آئندہ فاروق کا خریدنا ان کی مرضی پر ہے۔

خاکسار منیجر فاروق

صوبہ بہار میں تحریک عریانی

ناظرین نے یہ سن رکھا ہوگا۔ کہ یورپ میں تحریک عریانی مدت سے شروع ہو چکی ہے۔ زن و مرد کسی دریا کے کنارے یا سمندر کے ساحل پر سورج کی دھوپ میں بالکل ننگے رہتے ہیں۔ اس تحریک کا مدعا صحت کی درستی بیان کیا جاتا ہے۔ اب ناظرین یہ پڑھ کر حیران ہونگے۔ کہ ہمارے اپنے دیش میں بھی یہ تحریک زور پکڑ رہی ہے۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ صوبہ بہار میں یہ تحریک رواج پا رہی ہے۔ اور دریائے سون کے ساحل پر ڈہری کی خوبصورت اور دلکش فضاؤں میں بہار کے چند زندہ دل اور مغرب زدہ نوجوان مرد اور عورتوں نے اس تحریک کو عملی جامہ پہنانے کا تہیہ کر لیا ہے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے۔ کہ مغرب زدہ ہونے کی بدولت بلا سوچے سمجھے اور بلا ضرورت ہم ایسی باتوں کو اپنا لیتے ہیں۔ جو ہمارے لئے بہت نقصان دہ ہیں۔ تحریک عریانی کا جہاں تک صحت کے اصولوں سے تعلق ہے۔ اس کے پیش نظر یورپ میں اس تحریک کا رواج پانا شاید عمدہ نتائج کا باعث ہو۔ لیکن ہمارے بھارت ورش میں اس نقطۂ نگاہ سے تحریک عریانی چنداں مفید ثابت نہیں ہو سکتی ہے۔ ہندوستان کے بڑے بڑے ریلوے سٹیشنوں پر جائیے۔ آپ بڑی بڑی تصاویر دیواروں پر چسپاں یا آویزاں پائیں گے۔ جن پر جلی حروف میں یہ لکھا ہوا ہے۔ کہ ہندوستان کی سیاحت کیجئے۔ جس کی سرزمین پر دھوپ ہی دھوپ ہے۔ کیا یہ جملہ اس طرف اشارہ نہیں کرتا ہے۔ کہ یہ دھوپ مغرب میں نایاب ہے۔ اور ہندوستان میں بہ کثرت ہے۔ دراصل دیکھا جائے۔ تو مغربی تحریک کی اصل غرض و غایت کم از کم میں صحت کو ٹھیک کرنا تھا سورج اور صحت کا باہمی تعلق ہے۔ لہذا یورپ میں اس نقطۂ نگاہ سے شاید اس تحریک کو مبنی بہ انصاف بھی تصور کیا جاتا ہو۔ لیکن بھارت ورش میں تو اس تحریک کا یہ پہلو اپنے اندر کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر اس تحریک کو ہندوستان میں رائج کرنے کا مقصد کچھ اور ہی ہو۔ تو اس بات کے اعتراف کرنے سے چنداں پس و پیش نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ پہلے ہی ہندوستان میں لوگوں کو اپنے جسم ڈھانپنے کے لئے کافی کپڑا میسر نہیں ہوتا ہے۔ یہ پہلے ہی "ننگوں" کا ملک ہے۔ اس تحریک کے اخلاقی پہلو پر اس وقت بحث کرنا عبث ہے۔ آخر شرم اور حیا کی قائمی کے لئے حضرت انسان نے لباس کی ایجاد کی تھی۔ اگرچہ سردی اور گرمی سے اپنے آپ کو محفوظ کرنا بھی لباس کے پہننے کا ایک نتیجہ ہے۔ اپنا ملک تو اس قدر گرم ہے۔ کہ لُو لگنے سے ہزاروں انسان ہلاک ہو جاتے ہیں۔ بھارت ورش جیسے ملک میں ایسی تحریک کو جنم دینا نہایت خطرناک ہے اور اسکی جتنی ہی مذمت کی جائے۔ تھوڑی ہے۔ (ریفارمر)

ہدایات زریں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے مبلغین سلسلہ کیلئے جو ہدایات فرمائی ہیں وہ اس کتاب میں شائع ہوئی ہیں۔ قیمت صرف ۴ر محصول ڈاک ار
پتہ:۔ منیجر فاروق قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیغامی مشن

تبدیلئ عقیدہ کے متعلق امیر پیغام کے عذرات خام

(۳)

مولوی محمد علی صاحب امیر پیغام نے نبوت مسیح موعودؑ کے متعلق اپنی تبدیلئ عقیدہ کا ایک یہ جواب دیا ہے۔ کہ ان کی تحریرات مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں جہاں جہاں بھی مسئلہ نبوت کے متعلق کچھ لکھا گیا ہے۔ وہاں ہر مقام پر یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام شرعی اصطلاح کی رو سے نبی نہیں کہلا سکتے۔ البتہ لفظ نبی کے لغوی معنوں کے رو سے آپ نبی کہلا سکتے ہیں۔ اور یہ کہ لفظ نبی اور رسول کا اطلاق حقیقۃً آپ پر جائز نہیں۔ بطور مجاز اور استعارہ کے جائز ہے۔ چنانچہ وہ اپنے رسالہ "تبدیلئ عقیدہ کا الزام کس فریق پر عائد ہوتا ہے" میں لکھتے ہیں:۔

"حضرت صاحب نے صاف طور پر لکھ دیا ہے۔ کہ نبوت کاملہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔ وحی رسالت آپ کے بعد نہیں آسکتی۔ نبوت جزئی کے دروازے قیامت تک کھلے ہیں۔ حضرت صاحب نے فرما دیا ہے۔ کہ شرعی اصطلاح کی رو سے میں نبی نہیں کہلا سکتا۔ البتہ لفظ نبی کے لغوی معنوں کی رو سے میں نبی کہلا سکتا ہوں۔ لفظ نبی اور رسول کا اطلاق حقیقۃً مجھ پر جائز نہیں۔ بطور مجاز اور استعارہ کے جائز ہے۔ اس قدر تصریحات کے بعد جو شخص نہ مانے اس کا تو کوئی علاج نہیں۔ مگر میں نے جب اس اس مسئلہ پر کچھ لکھا ہے۔ صاف طور پر ان امور کی طرف توجہ دلائی ہے۔ گو ہمارے فریق مخالف نے ہمیشہ اصل امر تنقیح طلب کو ٹالنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس پر پردہ ڈال کر بحث کو اور طرف لے جانا چاہا ہے۔

گویا مولوی محمد علی صاحب نے تو ریویو کے مضامین میں بھی یہ تمام باتیں جا بجا لکھی ہیں۔ مگر مرتب رسالہ "مولوی محمد علی صاحب کی تبدیلئ عقائد" نے اس پر پردہ ڈال کر بحث کو اور طرف لے جانا چاہا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب کے اس جواب کے متعلق میں سوائے اس کے کیا کہہ سکتا ہوں۔ کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ ہاں میں اتنا ضرور کہوں گا۔ کہ اگر ریویو میں انہوں نے یہ باتیں اپنے مضامین میں درج کی تھیں۔ اور میں نے ان پر پردہ ڈالا ہے۔ تو انہوں نے اپنے جواب میں رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں سے اپنی ایسی چند عبارتیں بطور نمونہ کیوں نہ پیش کر دیں۔ یا کم از کم کسی اپنے ایسے مضمون کا حوالہ کیوں نہ دے دیا جس میں انہوں نے اوپر کی مذکورہ باتیں لکھی تھیں۔ مگر جب کوئی ایسا حوالہ ان کی سابقہ تحریرات متعلقہ مسئلہ نبوت میں ہے ہی نہیں۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو محدث۔ یا غیر نبی یا ناقص نبی یا جزوی نبی بالخصوص لغوی معنوں کی رو سے نبی کہا گیا ہو۔ یا شرعی اصطلاح کی رو سے آپ کے نبی ہونے کی نفی کی گئی ہو۔ نہ ہی ان تحریرات میں کہیں حضور کو مجازی طور پر نبی یا غیر حقیقی معنوں میں نبی کہا گیا ہے۔ (حالانکہ ان کا استعمال درحقیقت نبوت کی نفی کا مستلزم نہیں) غرض کوئی ایسا لفظ بھی کبھی استعمال نہیں کیا۔ جس سے نفی نبوت کا وہم بھی پیدا ہو سکتا ہو۔

نہ ہی کہیں ان تحریرات میں انہوں نے یہ لکھا ہے کہ وحی نبوت اور وحی رسالت کا دروازہ امت محمدیہ پر بند ہے۔ تو وہ کوئی ایسا حوالہ لاتے کہاں سے۔

افسوس ہے۔ کہ مولوی صاحب اپنی تبدیلئ عقائد پر پردہ ڈالنے کی کوشش میں کھلی کھلی اور صاف صاف خلاف بیانی کرتے ہوئے ذرہ نہیں جھجکتے اور نہایت صفائی کے ساتھ ایسی غلط بیانی کر جاتے ہیں۔ جس پر وہ کسی طرح بھی پردہ نہیں ڈال سکتے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہاں مولوی محمد علی صاحب نے اس دعوٰی کو کہ انہوں نے "جب اس مسئلہ پر کچھ لکھا ہے۔ صاف طور پر ان امور کی طرف توجہ دلائی ہے"۔ محض بے ثبوت طور پر پیش نہیں کیا۔ بلکہ اس کے ثبوت میں بطور مثال اپنے ایک مضمون کا حوالہ بھی دیا ہے۔ جو ان کے اس دعوٰی سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں نے جب اس مسئلہ پر کچھ لکھا ہے۔ صاف طور پر ان امور کی طرف توجہ دلائی ہے۔ گو ہمارے فریق مخالف نے ہمیشہ اصل امر تنقیح طلب کو ٹالنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس پر پردہ ڈال کر بحث کو اور طرف لے جانا چاہا ہے۔ میرے عقائد جو گذشتہ سال اگست میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں میں نے صاف طور پر لکھا تھا۔ کہ

"میں یہ مانتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شرعی اصطلاح میں نبی اور رسول نہ تھے۔ بلکہ ان الفاظ کے لغوی معنوں کی رو سے نبی اور رسول تھے۔ یعنی آپ ان معنوں میں نبی اور رسول تھے۔ جن معنوں میں اس امت کے دوسرے مجدد بھی نبی اور رسول کہلا سکتے ہیں"۔

پھر وہیں یہ بھی لکھا تھا۔ کہ مَیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"حقیقی نبوت کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم یقین کرتا ہوں"۔

پھر ۳ر فروری ۱۹۱۵ء کو جب میں نے القول الفصل کی ایک غلطی کے اظہار کے لئے "نبوت کاملہ تامہ اور جزئی نبوت میں فرق" کے عنوان سے ایک اعلان لکھا تھا۔ تو اس میں صاف طور پر لکھا تھا۔

"مرزا صاحب کو مسیح اور مہدی ماننے میں ہم سب ایک۔ ان کو نبی ماننے میں ایک مگر اختلاف یہ ہے۔ کہ ہم ان کو اسی طرح پر جزئی اور ظلی نبی مانتے ہیں۔ جو جزوی اور ظلی نبوت گو اکمل اور اتم رنگ میں آپ کو دی گئی ہو۔ مگر اس کا دروازہ سب اولیائے امت سب مجددین کے لئے کھلا ہے"۔ (ص۱۲)

گویا ان کا ٹریکٹ "میرے عقائد" جو اگست ۱۹۱۴ء میں انہوں نے لکھکر شائع کیا تھا۔ اور نیز ان کا ۳ر فروری ۱۹۱۵ء والا مذکورہ بالا ٹریکٹ بھی ان کی اس زمانہ کی تحریرات میں سے ہیں۔ جس کے متعلق رسالہ "مولوی محمد علی صاحب کی تبدیلئے عقائد" میں دعوے کیا گیا ہے۔ کہ اس میں مولوی محمد علی صاحب حضرت اقدس کو نبی اور رسول بتاتے رہے ہیں۔ اور آیات قرآنیہ اور دلائل حدیثیہ سے اور دیگر مذاہب کی مستند مذہبی کتابوں سے آپ کی نبوت و رسالت کو بڑے زور کے ساتھ ثابت کرتے رہے ہیں"۔

مگر افسوس صد افسوس کہ یہ بھی مولوی محمد علی صاحب کی سراسر خلاف بیانی اور مغالطہ دہی ہے۔ رسالہ "مولوی محمد علی صاحب کی تبدیلئے عقائد" کا یہ دعویٰ ہرگز نہیں ہے۔ کہ ظہور اختلاف کے بعد بھی مولوی محمد علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی طرح نبی اور رسول مانتے۔ اور زمرۂ انبیاء میں شامل سمجھتے تھے۔ جس طرح وہ ریویو آف ریلیجنز میں حضور کی زندگی میں حضور کو نبی و رسول اور زمرۂ انبیاء کا ایک فرد بتاتے رہے ہیں۔ بلکہ اس میں صرف زمانہ حیات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایام ادارت ریویو کی مولوی صاحب موصوف کی تحریرات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ اور اس سوال پر بحث کی گئی ہے۔ کہ

"حضرت اقدس کی زندگی میں آپ کی نبوت کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کا کیا عقیدہ تھا"۔

اور جس زمانہ کے ان کے ہر دو مذکورہ بالا ٹریکٹ ہیں۔ جنہیں انہوں نے اپنی صفائی کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ اس کے متعلق رسالہ مذکورہ میں صفائی سے تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ اس سے قبل ہی ان کے عقائد بگڑ چکے تھے۔

پس مولوی محمد علی صاحب کی یہ کس قدر جرأت اور دلیری ہے۔ کہ انہوں نے اپنے انقلاب کے بعد کی تحریرات کو اس بات کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ کہ وہ ہمیشہ سے وہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ جس کی وہ اب اشاعت کر رہے ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی چالاکی اور دھوکہ دہی ہو سکتی ہے۔ افسوس ہے۔ کہ مولوی صاحب نے عقائد کے ساتھ اخلاق کو بھی خیرباد کہہ دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تبدیلئے عقائد مولوی محمد علی صاحب

ناظرین اگر مولوی محمد علی صاحب کے عقائد سابقہ کی پر لطف اور مدلل اور مفصل بحث دیکھنا چاہیں۔ تو مندرجہ عنوان نام کی کتاب جس کو اخی المکرم حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان نے گذشتہ سال بار سوم مکمل کر کے طبع کرایا ہے۔ جس میں سے بطور نمونہ فاروق میں خاکسار ایڈیٹر نے چند صفحات سے مضمون نقل کیا ہے۔ دفتر فاروق سے آٹھ آنہ کے ٹکٹ بھیجکر منگالیں۔ یا بذریعہ وی پی طلب کریں۔ یہ رسالہ ہر ایک مبائع کے ہاتھ میں رہنا چاہیئے۔ ۳۲۲ صفحہ کی کتاب ہے جسکی قیمت صرف پانچ آنہ علاوہ محصول ڈاک ہے (منیجر فاروق)

دیانندی مشن تناسخ

(۳)

آج ہم حسب وعدہ تناسخ کی تردید میں دلائل شروع کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

تناسخ کے ابطال میں دلیل اوّل

سزا کا مقصد صرف اصلاح ہے۔ جس کو ہمارے آریہ دوست بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اب سزا سے اصلاح صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ جبکہ مجرم کو اپنے جرم کا علم بھی ہو۔ اور وہ اس حالت میں ہو۔ کہ سمجھ سکے۔ کہ جو سزا مجھے دی جا رہی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ میں اپنی اصلاح کروں۔ اگر ایک شخص ایک ایسا فعل کر رہا ہے۔ جس کے متعلق اسے علم ہی نہیں۔ کہ یہ جرم ہے یا یہ سمجھ ہی نہیں سکتا۔ کہ سزا جو مجھے دی گئی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ میں اپنے اندر اصلاح پیدا کروں۔ تو سزا کا مقصد کیونکر حاصل ہو سکتا۔ مثلاً فرض کرو۔ کہ ایک چھوٹا بچہ ہے۔ جو کہ اپنے والد کی گود میں بیٹھ کر اسکی ڈاڑھی نوچتا ہے۔ وہ اس فعل کو جرم سمجھتا ہی نہیں۔ اب اگر اسے سزا دے دی جاوے تو کیا وہ اپنے اندر اصلاح پیدا کر سکتا ہے۔ اور کیا اگر ایک مسلمان کو جو کہ گائے وغیرہ کو ذبح کرنا بُرا سمجھتا ہی نہیں۔ بلکہ بعض موقعوں پر تو اس کام کو کارِ ثواب سمجھتا ہے۔ بغیر بتلائے۔ کہ تمہارا یہ فعل جرم ہے سزا دیدی جاوے۔ تو وہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ جو فعل میں نے کیا۔ وہ واقعی جرم ہے۔ اور سزا جو مجھے دی جا رہی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ آئندہ کے لئے میں یہ کام نہ کروں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اب سب کو معلوم ہے۔ کہ نہ تو ننھے بچوں کو ہی سزا دی جاتی ہے۔ اور نہ ایسے لوگوں کو جنہیں علم نہیں۔ کہ فلاں ہمارا فعل جرم ہے۔ اسی طرح پاگلوں کو بھی سزا نہیں دی جایا کرتی۔ ننھے بچوں اور پاگلوں کو تو اس لئے نہیں۔ کہ وہ سمجھ ہی نہیں سکتے۔ کہ گناہ کیا ہوتا ہے۔ یا سزا کا مقصد کیا ہوتا ہے۔ اور جرم کا علم نہ رکھنے والوں کو اس لئے کہ ایک فعل نیک یا بد اس وقت ہی کہلاتا ہے جبکہ نیت نیک یا بد ہو۔ اب جبکہ ایک شخص کو پتہ ہی نہیں۔ کہ فلاں فعل بُرا ہے۔ تو اسکی نیت اس فعل کے کرنے سے کس طرح بری مانی جا سکتی ہے۔ اس لئے اسکو سزا کیوں۔ اگر ایسے شخص کو سزا دی بھی جاوے۔ تو وہ ضرور سزا دینے والے کو ظالم ہی خیال کریگا۔ لہذا ضروری ہے۔ کہ جسے سزا دی جاوے۔ اسے علم بھی دیا جاوے۔ کہ فلاں فعل تمہارا جرم تھا۔ اس لئے تمہیں سزا دی جاتی ہے۔ تاکہ وہ اپنی اصلاح کر سکے۔

اگر یہ کہا جاوے۔ کہ ایسوں کو تو واقعی خدا سزا نہیں دیتا۔ صرف ان کو سزا دیتا ہے۔ جو کہ پہلے جنموں میں علم رکھتے ہوئے کہ فلاں فعل ناجائز ہے ایسے کام کرتے رہے ہیں۔ جو گناہ تھے۔ تو میں عرض کروں گا۔ کہ تب بھی ضروری تھا۔ کہ ان کو علم دیا جاتا کیونکہ فرض کرو۔ کہ ایک شخص اپنے پہلے جنم میں آریہ تھا۔ اور جان بوجھ کر اس وقت اس نے ویدوں کے احکام کی پرواہ نہ کی۔ اور اب یعنی اس جنم میں وہ کسی مسلمان یا عیسائی کے ہاں غربت کی حالت میں پیدا کیا جاتا ہے۔ اور اب بھی ویدوں کی نندیا کرتا ہے۔ اور ان کے احکام پر چلنا ضروری نہیں سمجھتا۔ اگر خدا کو واقعی منظور تھا۔ کہ وہ اپنی اصلاح کرے۔ تو ضروری تھا۔ کہ اسے بتلا دیتا۔ کہ تمہیں اس لئے غربت کی حالت میں پیدا کیا گیا ہے۔ کہ تم نے پہلے جنم میں ویدوں کے احکام کی پروا نہیں کی تھی۔ اور تاکہ تم اب سزا پاکر اس فعل سے باز آجاؤ۔

اب صاف ظاہر ہے۔ کہ اگر تو اسے اس قسم کا علم دے دیگا۔ تب تو وہ اپنی اصلاح کر سکتا ہے۔ وگرنہ بوجہ مسلمان یا عیسائی ہونے کے وہ نہ تو ویدوں کی نندیا سے ہی باز آسکتا ہے۔ اور نہ ہی اپنی غربت سے یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ میں نے ضرور پہلے جنم میں کوئی گناہ کیا تھا۔ جس کے بدلے اب میں غریب پیدا کیا گیا ہوں۔

الغرض کہ اگر تناسخ صحیح ہوتا۔ تو ضروری تھا کہ خدا ہمیں اپنے گناہوں کا علم دیتا۔ اب چونکہ اس نے ہمیں علم نہیں دیا۔ تو ثابت ہوا۔ کہ تناسخ غلط ہے۔ اگر ہمارے آریہ دوست یہ کہیں کہ ہر انسان جسے سزا ملی ہوئی ہے۔ خود سمجھ سکتا ہے۔ کہ مجھے جو سزا دی گئی ہے۔ تو ضرور میں نے اپنے پہلے جنم میں کوئی گناہ کیا ہوگا۔ تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ امیر یا غریب ہونا یا لنگڑا۔ اپاہج وغیرہ ہونے کو تو اکثر لوگ جزا یا سزا سمجھتے ہی نہیں۔ مثلاً ایک مسلمان جو غریب ہے۔ وہ کبھی نہیں کہتا۔ کہ میری مفلسی دراصل مجھے سزا کے طور پر دی گئی ہے۔ تو وہ جب اپنی مفلسی کو سزا مانتا ہی نہیں۔ تو اسے کیسے یہ خیال آسکتا ہے۔ کہ میں نے ضرور بُرے کام کئے ہوں گے۔ اور کہ میرا ضرور پہلا جنم بھی ہوگا۔ اور نیز جب وہ دنیا میں دیکھتا ہے۔ کہ نیک کرموں کے بُرے اجر بھی مل جایا کرتے ہیں۔ یا بُرے کرموں کے اچھے پھل بھی ملتے رہتے ہیں۔ تو وہ کیسے کہہ سکتا ہے۔ کہ میری مفلسی یا میرا لنگڑا یا اپاہج ہونا ضرور ہی میرے پہلے بُرے کرموں کی وجہ سے ہے۔ لہذا اپنے علم کی بنا پر تو ہم کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ ضروری تھا۔ کہ خود خدا ہی ہمیں علم دیتا۔

بعض اوقات آریہ دوست کہا کرتے ہیں کہ جرم کا علم خواہ ہو یا نہ ہو۔ سزا خود بخود ہی اصلاح کر دیا کرتی ہے۔ جیسے کہ مریض کو اپنی مرض کا علم خواہ ہو یا نہ ہو۔ یا یہ بھی علم ہو۔ یا نہ ہو۔ کہ مجھے دوائی دی جا رہی ہے۔ لیکن جب کسی طرح اسے دوائی دی جاتی ہے۔ تو اسکی مرض چلی جایا کرتی ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے۔ کہ ایک ننھے بچے کو سزا دے کر اور اس میں اصلاح پیدا کر کے ثابت تو کیجئے کہ سزا دوائی کی طرح اثر کیا کرتی ہے۔ بیشک ایک ننھے بچے کو اپنی مرض کا علم نہیں ہوتا۔ اور ہم ایک دوائی اسے اس طریق پر دے سکتے ہیں۔ کہ اسے پتہ نہ لگے۔ اور اس سے مرض دور بھی ہو جایا کرتی ہے۔ مگر کیا اس بچے کو سزا دے کر ہم منع کر سکتے ہیں۔ کہ وہ اپنے والد کی ڈاڑھی کو نہ پکڑا کرے۔ یا اپنی ماں کی گود میں بیٹھا ہوا پیشاب نہ کیا کرے۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک پاگل کو اگر کسی مرض کی دوائی دی جاوے۔ تو اسکی مرض جاتی رہتی ہے۔ مگر سزا دے کر اسے کسی بات سے منع تو کر کے دکھائیں۔ دوائی کا ہمارے جسم پر جو اثر ہوتا ہے۔ اسکی مثال تو ایسی ہے۔ جیسے کہ آگ کا کسی جلنے کے قابل چیز پر ہوتا ہے۔ یا ایک کیمیاوی شے کا دوسری شے پر کیونکہ دوائی بھی کیمیاوی شے ہے۔ اور ہمارا جسم بھی ایک کیمیاوی مرکب ہے۔ ہماری خواہشات یا ارادوں کو ان کے اثرات میں دخل نہیں۔ مگر سزا اور اصلاح میں ہماری دماغی قوتوں اور ارادوں یا خواہشات کو دخل ہے۔ مثلاً ننھے بچے کو یا پاگل کو خواہ ہم کتنی ہی سزا دیں۔ لیکن یہ ان پر کوئی اثر کرتی ہی نہیں۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ان کی دماغی حالت ایسی نہیں۔ کہ وہ سزا کو یا اس کے مقاصد کو سمجھ سکیں۔ اس لئے جو اثر کہ سزا کا ہونا چاہیئے۔ یعنی اصلاح وہ بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر ہم ارادہ کر لیں کہ فلاں بات اب نہیں کرنی۔ تو ہم اسے چھوڑ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سکتے ہیں۔ اگر یہ ارادہ کرلیں۔ کہ خواہ کچھ بھی ہو۔ ہم فلاں بات کو کبھی نہ چھوڑیں گے۔ تو ہم کبھی بھی نہیں چھوڑتے۔ تکالیف تو کیا۔ موت بھی ہمیں اپنے ارادوں سے روک نہیں سکتی جو لوگ کہ خودکشی کرتے ہیں۔ ان میں قوت ارادی ہی تو ہوتی ہے۔ جو کہ ان میں سخت سے سخت تکالیف برداشت کرنے کی جرأت دیتی ہے۔ بعض لوگ اپنے آپ کو جلتی آگ میں ڈال دیتے ہیں۔ اب آگ میں جلنے سے بڑھ کر اور کونسی تکلیف ہوسکتی ہے۔ مگر قوت ارادی ہے۔ جو کہ انہیں اسکو برداشت کرنے کی طاقت دے دیتی ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ سزا اور اصلاح میں تو ہماری سمجھ اور ارادے کو دخل ہے۔ مگر دوائی اور مرض کے دور ہونے میں ان دونوں کو دخل نہیں۔ اب جب تک کہ ہمیں سمجھ نہ ہو۔ کہ ہم جو مفلسی کی حالت میں پیدا کئے گئے ہیں۔ تو ضرور ہم نے اپنے کسی جنم میں گناہ کئے ہوں گے۔ اس وقت تک ہم اپنے اندر اصلاح کیسے کرسکتے ہیں۔ لہذا دوائی اور مرض کی مثال سزا اور اصلاح پر صادق نہیں آسکتی۔ بیشک سزا ایک حد تک اس بات میں کامیاب ہوتی ہے۔ کہ ہمیں اصلاح کا خیال دلائے۔ مگر جب تک ہمیں علم ہی نہیں کہ آیا ہم نے کوئی قصور یا گناہ کیا ہے۔ ہم میں اصلاح ناممکن ہے۔ لہذا اگر خدا ہمیں سزا دیتا ہے۔ اور سزا دے کر یہ چاہتا ہے۔ کہ ہم میں اصلاح ہوجاوے۔ تو ضروری ہے۔ کہ ہمیں اس بات کی سمجھ دے۔ اور پہلے گناہوں کا علم دے۔ تاکہ ہم اپنے دل میں ارادہ کریں۔ کہ آئندہ کو ایسے گناہ نہ کیا کریں گے۔ جب تک کہ ہمیں اس بات کی سمجھ ہی نہیں۔ کہ ہمارا غریب یا لنگڑا وغیرہ ہونا ایک قسم کی سزا ہے۔ اور اس بات کا علم ہی نہیں۔ کہ ہم نے کونسے گناہ پچھلے جنم میں کئے تھے۔ اس وقت تک ہم میں اصلاح نا ممکن ہے۔ اب علم دینا کہ فلاں فلاں گناہ ہم نے کئے تھے۔ خدا کا کام ہے۔ جو کہ وہ نہیں کرتا۔ اس لئے معلوم ہوا۔ کہ اگر ہم گنہگار ہوتے تو ہمیں خدا ضرور علم دیتا۔ لیکن چونکہ اس نے علم نہیں دیا۔ اس لئے ہم گنہگار نہیں ہیں۔ لہذا تناسخ باطل ہوا۔ (باقی دارد)

عیسائی مشن

تنقیح بر رسالہ الوہیت مسیح

(۸)

(از شیخ عبدالقادر احمدی لائل پور)

عدالت مسیح کی دلیل میں سے اب باقی قابل تنقیح رہ گیا پادری صاحب کا یہ خیال فاسد کہ "خدا کے سوا اور کونسی ہستی ہے۔ جو اپنی نسبت اس طرح کے الفاظ (یعنی عدالت کے دن جس طرح چرواہا بھیڑوں کو بکریوں سے جدا کرتا ہے۔ مسیح بھی ایک کو دوسرے سے جدا کرے گا۔ متی ۲۵/۳۲) استعمال کرے۔ صرف خدا ہی عالم الغیب ہے۔ جو کہ کروڑہا اور بیشمار آدمیوں کے دلوں کے حال جان سکے۔ اور ہر ایک کو اس کے کاموں کے موافق بدلا دے"۔

(رسالہ مسیح ص)

جواب اول

پادری صاحب کے تو سر میں الوہیت مسیح کا سودا سمایا ہوا ہے۔ وگرنہ ایسی بیہودہ فرسودہ اور بے بنیاد دلیل کو الوہیت مسیح کا ثبوت گردانتا چہ معنی دارد۔ جناب پادری صاحب! آپ کی یہ کج فہمی ہے۔ کہ یسوع مسیح عدالت کے دن اپنے علم غیب کی بنا پر لوگوں کے دلوں کے حال معلوم کرکے ان کو جزا سزا دیں گے۔ کیونکہ صفت ہذا مختص بذات الٰہی ہے۔ چنانچہ سلاطین ۱/۸/۳۹ میں صاف لکھا ہے۔ "اے خدا تو اپنے مسکن آسمان پر سے سن اور بخش دے۔ ..... اور ہر ایک آدمی کو۔ جس کے دل کو تو جانتا ہے اسکی روش کے مطابق بدلا دے اس لئے **تو ہاں تو ہی اکیلا سارے بنی آدم کے دلوں کو جانتا ہے**"۔ اس کے علاوہ ملاحظہ ہوں آیات ذیل :-

سموئیل ۱/۱۶/۷ تواریخ ۱/۲۸/۹، ۲۹/۱۷ تواریخ ۲/۶/۳۰، ۱۶/۹ زبور ۷/۹ یرمیاہ ۱۱/۲۰، ۱۷/۱۰، ۲۰/۱۲ وغیرہ ..... محولہ متعدد آیات واضحہ سے روز روشن ہے کہ واحد خدا باپ ہی ہے۔ جو کہ لوگوں کے دلوں کے احوال بتمامتر جانتا ہے۔ اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ جو کہ صفت ہذا سے متصف ہو۔ پس اگر تو حضرت مسیح واحد خدائے باپ ہیں۔ اور لوگوں کے دلوں کے تمام حالات سے بخوبی آشنا ہیں تو آپ یقیناً مذکورۃ الصدر آیات کے مصداق ٹھیر سکتے ہیں۔ لیکن اگر آپ خدائے واحد نہیں بلکہ ایک نبی ہیں۔ اور زمرۂ انبیاء میں شامل ہیں۔ (جیسے کہ آپ فرماتے ہیں۔ "جب میرے سبب لوگ تمہیں لعن طعن کریں گے۔ اور ستائیں گے۔ اور ہر طرح کی بری باتیں تمہاری نسبت ناحق کہیں گے۔ تو تم مبارک ہوگے۔ سو خوشی کرنا۔ اور نہایت شادمان ہونا۔ ..... اس لئے کہ لوگوں **نے ان نبیوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے۔ اسی طرح ستایا**"۔ متی ۵/۱۰ از پہاڑی وعظ۔ حضرت مسیح کے اس زرّیں قول کو بغور پڑھو۔ اور پھر سچ سچ کہو۔ کہ کیا ان آیات میں آپ نے آپ کو زمرہ انبیاء میں شامل نہیں کیا۔ یقیناً) تو بایں صورت پادری صاحب ہرگز اس کے مجاز نہیں۔ کہ حضرت مسیح کو صفت مذکورہ سے متصف قرار دیں۔ چنانچہ حقیقت بھی یہی ہے کہ جناب یسوع ہرگز لوگوں کے دلوں کے احوال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہ جان سکتے تھے۔ ملاحظہ ہوں آیات ذیل:۔
(ا) یسوع نے ان سے کہا۔ یہ کیا باتیں تھیں۔ جو راہ میں تم آپس میں کرتے جاتے ہو..... ان میں سے ایک نے جواب دیا۔ کہ کیا یروشلم میں تو ہی پردیسی ہے۔ جو کہ ان دنوں ہوا کو نہیں جانتا۔ یسوع نے ان سے کہا کیا؟ انہوں نے یسوع سے کہا۔ کہ یسوع مسیح کے ماجرے ہیں۔ جو ایک نبی تھا۔
(لوقا ۲۴/۱۵ تا ۲۰ یوحنا ۲۰/۱۵)
(ب) یسوع نے ان سے کہا۔ کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ نہیں۔ یوحنا ۲۱/۵ وغیرہ۔ (ج) یسوع نے یہ سن کر تعجب کیا۔ اور..... کہا۔ کہ میں نے اسرائیل میں بھی ایسا ایمان والا نہیں پایا۔ متی ۸/۱۰ (د) یسوع نے ان کے خیالوں کو دریافت کر کے ان سے کہا۔ متی ۱۲/۲۵۔
(ہ) عورت کے چھونے پر یسوع نے کہا۔ وہ کون ہے۔ جس نے مجھے چھوا۔ جب سب انکار کرنے لگے۔ تو پطرس اور اس کے ساتھیوں نے کہا۔ کہ اے صاحب کہ لوگ تجھ کو دباتے اور تجھ پر گرتے پڑتے ہیں۔ مگر یسوع نے کہا۔ کسی نے تو مجھے چھوا ہے۔ لوقا ۸/۴۵ تا ۴۶
(س) "شاگردوں سے فقیہہ بحث کر رہے تھے..... کہ یسوع نے ان سے پوچھا۔ تم ان سے کیا بحث کرتے ہو..... ایک نے اسے جواب دیا۔ کہ اے استاد میں اپنے بیٹے کو جس میں گونگی روح ہے۔ تیرے پاس لایا تھا..... اس نے جواب میں ان سے کہا۔ کہ اے بے اعتقاد قوم میں کب تلک تمہارے ساتھ رہوں گا۔ کب تک تمہاری برداشت کرونگا۔ اس لڑکے کو میرے پاس لاؤ۔ پس وہ اسے اس کے پاس لائے۔ اور جب اس نے اسے دیکھا۔ تو فوراً روح نے اسے مروڑا..... یسوع نے لڑکے کے باپ سے پوچھا۔ کہ یہ اسکو کتنی مدت سے (بدروح چمٹا) ہے۔ وہ بولا بچپن سے۔
(مرقس ۹/۱۳ تا ۲۳)
ان آیات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جناب یسوع لوگوں کے دلوں کے احوال ہرگز نہ جان سکتے تھے۔ پس پادری صاحب کا پادر ہوا دعویٰ اب کدھر گیا۔ کہ یسوع مسیح عدالت کے دن اپنے علم غیب کی بنا پر لوگوں کے دلوں سے کلیتہً واقف ہو کر ان کو جزا سزا دیں گے۔

الجواب الثانی

ہم پچھلے نمبر میں یہ امر بخوبی پایۂ ثبوت تک پہنچا چکے ہیں۔ کہ جناب یسوع کے علاوہ بھی متعدد لوگ "تمام جہان" کی عدالت کریں گے۔ پس اب ہمارا پادری صاحب سے زبردست مطالبہ ہے۔ کہ بتایا جائے۔ وہ اشخاص جو کہ عدالت کرنے میں جناب یسوع کے شریک ہیں۔ لوگوں کے دلوں کے احوال تمامتر جان کر ان کو جزا سزا دیں گے۔ یا عدم علم غیب کی صورت میں۔ اگر کہو عدم علم کی صورت میں۔ تو یہ بالبداہت باطل اور ناممکن ہے۔ ہاں اگر کہو۔ وہ لوگ بھی جناب مسیح کی طرح عالم الغیب ہوں گے۔ اور اپنے علم غیب سے لوگوں کے دلوں کے حالات سے کلیتہً واقف ہو کر ان کو جزا سزا دیں گے۔ تو اندریں حالت پھر ہمارا مطالبہ درمطالبہ ہے۔ کہ بتایا جائے۔ کہ وہ دیگر اشخاص جو کہ جناب مسیح کی طرح اپنے علم غیب کی بنا پر لوگوں کے دلوں سے بکلی واقف ٹھیر کے تمام جہان کے اعمال حسنہ اور اعمال سیئہ کی جزا سزا دینگے۔ خدا ہیں یا انسان۔ اگر کہو خدا تو یہ تو مسلمات نصاریٰ کی رو سے سراسر باطل اور شرک ہے۔ کیونکہ ان کو صرف اقانیم ثلاثہ مسلّم ہیں۔ ہاں اگر کہو انسان۔ تو پھر بتایا جائے۔ کہ بایں صورت جناب یسوع اسی صفت سے متصف ہو کر کیونکر خدائی کے مقام ارفع تک پہنچ گئے۔ جبکہ دیگر اشخاص بھی اسی صفت سے متصف ٹھیر کے انسان کے انسان ہی رہے۔ پس اب چھٹکارے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو حواریوں کو بھی خدا تسلیم کر کے تثلیث کی تکثیر کو رائج کیا جائے۔ یا پھر چار و ناچار یہ تسلیم کر لیا جائے کہ جناب یسوع صفت مذکورہ سے متصف ٹھیر کے خدا نہیں بن سکتے۔ جبکہ دیگر اشخاص بھی متذکرہ صفت سے خدا نہ بنے۔ تو جناب یسوع کیونکر خدا ٹھیر سکتے ہیں۔ بہرحال ان دو صورتوں میں سے کوئی بھی تسلیم کرنے سے تثلیث کے سوکھے سڑے درخت کی رہی سہی جڑوں پر کلہاڑا پھر جاتا ہے کیونکہ پہلی صورت میں تکثیر تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اور دوسری میں تثنیہ۔ پس پھر تو یہی ہے۔ نہ تکثیر تسلیم کی جائے۔ نہ تثنیہ بلکہ توراۃ کے فرمان کے مطابق "کہ سن اے اسرائیل خدا ایک اور اس کے سوا کوئی نہیں"۔ خروج۔ توحید ہاں اس واحدہٗ لاشریک خدا کو ہی اپنا تعویذ جان بنایا جائے۔ تاکید ہے۔

الجواب الثالث

متی ۱۲/۴۱ و ۴۲ میں حضرت مسیح کہتے ہیں۔ کہ نینوہ کے لوگ اس زمانہ کے لوگوں کے ساتھ عدالت کے دن کھڑے ہو کر انہیں مجرم ٹھیرائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے یونس کی منادی پر توبہ کر لی۔ دیکھو یہاں وہ ہے۔ جو یونس سے بھی بڑا ہے۔ دکھن کی ملکہ اس زمانہ کے لوگوں کے ساتھ عدالت کے روز اٹھ کر انہیں مجرم ٹھیرائیگی۔ کیونکہ وہ دنیا کے کنارے سے سلیمان کی حکمت سننے کو آئی۔ دیکھو یہاں وہ ہے۔ جو سلیمان سے بھی بڑا ہے (نبیوں پر ہی نبی اظہار فضیلت کیا کرتے ہیں۔ ناقل) پھر جناب یسوع کہتے ہیں۔ "یہ نہ سمجھو۔ میں باپ کے پاس تمہاری شکایت کروں گا۔ تمہاری شکایت تو موسیٰ کریگا۔ یوحنا ۵/۴۵ و ۴۶۔ پس نتیجۃً جس طرح کہ نینوہ کے لوگ دکھن کی ملکہ اور حضرت موسیٰ (جو کہ حضرت مسیح کے زمانہ سے صدیاں پیشتر ہوئے) عدالت کے دن جناب یسوع کے مخاطب لوگوں کے شنیع افعال اور قبیح اعمال سے بخوبی واقف ٹھیر کے جناب یسوع کے زمانہ کے لوگوں کو عدالت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے دن گنہگار ٹھیرائینگے۔ اسی طرح جناب یسوع بھی لوگوں کے دلوں سے واقف ہوکر عدالت کا کام سرانجام دیں گے۔ اگر کہو حضرت مسیح اپنے علم غیب کی بنا پر سب کچھ کریں گے۔ تو اندریں صورت مذکورہ لوگوں کو بھی عالم الغیب اور لوگوں کے دلوں کے احوال سے آشنا قرار دینا پڑیگا۔ لیکن اگر ان کو عالم الغیب کہنے سے عیسائیوں کی روح کانپتی ہے تو تقصیر معاف بایں صورت خداوند یسوع بھی عالم الغیب نہیں ٹھیر سکتے۔ اور پھر اگر مذکورہ لوگ اپنے علم غیب اور لوگوں کے دلوں کے حالات سے آشنا ہونے کی صورت میں خدا نہیں ہیں۔ تو اندریں حالت حضرت مسیح کی خدائی سے بھی ہاتھ دھونا پڑیگا۔ وھوالمراد۔

الجواب الرابع

پادری صاحب کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ عدالت کے دن حضرت مسیح علیہ السلام لوگوں کے دلوں سے بخوبی واقف ٹھیر کے ان کی عدالت کریں گے۔ لیکن اگر ذرہ بھی فکر و تدبر سے اناجیل کا مطالعہ کیا جائے تو پادری صاحب کا یہ دعویٰ بالبداہت باطل اور سراسر افترا پر مبنی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اناجیل میں تو بالفاظ واضحہ خود حضرت مسیح کہتے ہیں۔ کہ عدالت کے دن میں اپنے علم غیب کی بنا پر عدالت نہیں کروں گا۔ بلکہ خدا سے سنکر کہ فلاں نیک ہے اور فلاں بد۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

(۱) "میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ بیٹا آپ سے کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ (نہ عدالت اور نہ ہی کوئی اور کام۔ ناقل) سوا اس کے جو باپ کو کرتے دیکھے۔ کیونکہ جن کاموں کو باپ کرتا ہے۔ انہیں بیٹا بھی اسی طرح کرتا ہے۔ ..... اور جتنے کام وہ خود کرتا ہے بیٹے کو بھی دکھاتا ہے۔ ..... باپ کسی کی عدالت بھی نہیں کرتا۔ بلکہ اس نے عدالت کا سارا کام بیٹے کے سپرد کیا ہے۔ ..... کیونکہ جس طرح باپ آپ میں زندگی رکھتا ہے۔ اسی طرح اس نے بیٹے کو بھی بخشا ہے۔ کہ اپنے آپ میں زندگی رکھے۔ بلکہ اسے عدالت کرنے کا بھی اختیار بخشا۔ اس لئے کہ وہ آدم زاد ہے ..... **میں آپ سے کچھ نہیں کرسکتا۔ جیسا سنتا ہوں۔ عدالت کرتا ہوں۔ عدالت کرتا ہوں۔** اور میری عدالت راست ہے کیونکہ میں اپنی مرضی نہیں۔ بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں۔ اگر میں خود اپنی گواہی دوں تو میری گواہی سچی نہیں (یہ تو ہے عیسائیوں کے خدا کا حال۔ ناقل) انجیل یوحنا ۵/۱۳ تا ۳۰ مطبوعہ ۱۹۰۸ء۔ لو صاحب قصہ پاک ہوا۔ کہ ان آیات سے تو پادری صاحب کا پادر ہوا دعویٰ سراسر باطل ہوگیا۔ اور یہ امر علیٰ وجہ الاتم بپایۂ ثبوت پہنچ گیا۔ کہ جناب مسیح عدالت اپنے ذاتی علم غیب کی بنا پر نہیں کرسکتے۔ بلکہ خدا سے سنکر کہ فلاں پاک ہے اور فلاں بد۔ جیسے کہ آپ فرماتے ہیں۔ "میں آپ سے کچھ نہیں کرسکتا۔ جیسا سنتا ہوں۔ عدالت کرتا ہوں"۔

ضروری نوٹ:۔ اور پھر طرفہ یہ کہ یوحنا کے اس باب سے ثابت ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اس عدالت کا اختیار دیا گیا۔ جو کہ آپ اس دنیا میں کرتے تھے۔ چنانچہ مذکورہ آیات (جن کو کہ پادری صاحب حضرت مسیح کے آخری عدالت کرنے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں) کو ایک بار پھر پڑھو۔ تو صاف ظاہر ہوجاویگا کہ ان آیات میں جو عدالت حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ وہ آپ اسی دنیا میں کرتے تھے۔ جیسے کہ لکھا ہے۔ "باپ کسی کی بھی عدالت نہیں کرتا۔ بلکہ اس نے عدالت کا سارا کام بیٹے کے سپرد کیا ہے۔ ..... میں آپ سے کچھ نہیں کرسکتا۔ جیسا سنتا ہوں۔ عدالت کرتا ہوں۔ اور میری عدالت راست ہے۔ کیونکہ میں اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں۔ گویا کہ صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے حکم کے ماتحت اس دنیا میں عدالت کرتے تھے۔

(ب) اناجیل کے دیگر مقامات سے اور عہد عتیق سے بھی ثابت ہے۔ کہ آدمیوں کی پوشیدہ باتیں عدالت کے دن صرف خدا کو ہی معلوم ہونگی۔ جیسے کہ لکھا ہے۔ "خدا یسوع مسیح کی معرفت آدمیوں کی پوشیدہ باتوں کا انصاف کریگا"۔ رومیوں ۲/۱۶۔ "کیونکہ خدا ہر ایک فعل کو ہر ایک پوشیدہ چیز کے ساتھ خواہ بھلی ہو یا بُری عدالت میں لاویگا۔ واعظ ۱۲/۱۳ وغیرہ وغیرہ۔

(ج) مزید برآں حضرت مسیح علیہ السلام بالفاظ واضحہ فرماتے ہیں۔ کہ "اگر کوئی میری یہ باتیں سنکر ان پر عمل نہ کرے۔ تو میں اس کو مجرم نہیں ٹھیراتا۔ کیونکہ میں دنیا کو مجرم ٹھیرانے نہیں بلکہ نجات دینے کے لئے آیا ہوں۔ **جو مجھے نہیں مانتا۔ اور میری باتیں قبول نہیں کرتا۔ اس کا ایک مجرم ٹھیرانے والا ہے۔ یعنی جو کلام میں نے کہا ہے۔ آخری دن وہی اسے مجرم ٹھیرائیگا۔ کیونکہ میں نے کچھ اپنی طرف سے نہیں کہا۔ بلکہ باپ جس نے مجھے بھیجا اس نے مجھ کو حکم دیا ہے۔ کہ کیا کہوں۔ اور کیا بولوں۔** اور میں جانتا ہوں۔ کہ اس کا حکم ہمیشہ کی زندگی ہے۔ پس جو کچھ میں کہتا ہوں جس طرح باپ نے مجھے فرمایا۔ اسی طرح کہتا ہوں" یوحنا ۱۲/۴۵ تا ۵۰۔ مندرجہ بالا جلی آیات کو بار بار پڑھو۔ جن سے کہ روز روشن کی طرح اظہر ہے۔ کہ "آخری دن" حضرت مسیح علیہ السلام کسی کو مجرم نہیں ٹھیرائیں گے۔ بلکہ آپ کا کلام۔ اور پھر کلام کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ "میں نے کچھ اپنی طرف سے نہیں کہا۔ بلکہ باپ جس نے مجھے حکم دیا"۔ گویا کہ کلام جو کہ عدالت کے دن لوگوں کو مجرم ٹھیرائیگا۔ آپ کا نہیں۔ بلکہ خدا کا ہے۔ پس نتیجۃً بالفاظ دیگر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خدا ہی لوگوں کو عدالت کے دن مجرم ٹھیرائیگا۔ نہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام۔ فتدبرو۔ فتدبرو۔ فتدبرو۔

پس پادری صاحب کا ان آیات کو آخری عدالت کے ثبوت میں پیش کرنا پرلے درجہ کی خباثت کا بدیہی مظاہرہ ہے۔ خیر اب پادری صاحب مذکورہ آیات کو بغور خوض مطالعہ میں لائیں۔ تو صاف ظاہر ہو جاوے گا۔ کہ جس عدالت کا آپ کو محولہ بالا آیات میں اختیار دیا گیا۔ وہ اسی دنیا میں تھی۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ جب خدا تعالیٰ کا کوئی برگزیدہ نبی مبعوث ہوتا ہے۔ تو اس وقت صرف وہی حقیقی طور پر خدا تعالےٰ کا جانشین۔ لوگوں کے درمیان حکم اور عدل اور (صرف وہی ایک ہوتا ہے) جو کہ لوگوں کو ان کے افعال شنیعہ سے متنبہ کرتا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کہتے ہیں۔ کہ "باپ کسی کی عدالت نہیں کرتا۔ بلکہ اس نے ساری عدالت بیٹے کے سپرد کر دی"۔ چنانچہ خدا تعالےٰ کی سنت مستمرہ ہے۔ کہ وہ اپنے انبیاء ہی کے ذریعہ دنیا کے لئے احکام نازل کرتا ہے اور صرف انہیں کے ہی وجود ہیں۔ جو کہ اس دنیا میں لوگوں کے اعمال حسنہ اور اعمال سئیہ پر حکم نافذ کرتے ہیں۔ اس لئے وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح کہنے کے مجاز ہوتے ہیں۔

الجواب الخامس

پادری صاحب تو کہتے ہیں۔ کہ جناب یسوع اپنے علم غیب کی بنا پر لوگوں کے دلوں کے احوال معلوم کر کے لوگوں کی عدالت کریں گے۔ لیکن اگر آپ نے اناجیل کو بغور پڑھا ہوتا۔ تو ان کو یہ غلط فہمی ہرگز پیدا نہ ہوتی۔ اور آپ کو معلوم ہو جاتا۔ کہ جناب یسوع ہرگز اپنے علم غیب کی بنا پر لوگوں کے برے اور اچھے اعمال نہیں معلوم کریں گے۔ بلکہ عدالت کے موقع پر لکھا ہے۔

(ا) ..... اور کتابیں کھولی گئیں۔ اور دوسری کتاب جو زندگی کی ہے۔ کھولی گئی۔ اور لوگوں کی عدالت جس طرح سے ان کتابوں میں لکھا تھا۔ ان کے اعمال کے مطابق کی گئی"۔ مکاشفہ ۲۰/۱۲۔

(ب) "کتابیں کھلی ہیں۔ اور (ان کے مطابق) عدالت ہو رہی ہے"۔ دانی ایل ۷/۱۰۔

اس کے علاوہ دیکھو کتابوں کے مطابق عدالت کا ہونا۔ دانی ایل ۱۲/۱۔ زبور ۶۹/۲۸۔ فلپیوں ۴/۳۔ مکاشفہ ۳/۵۔ ۱۳/۸۔ ۲۱/۲۷ وغیرہ وغیرہ

پس پادری صاحب اب تو کسی قسم کی تحقیقات کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ معلوم ہو گیا۔ کہ اگر جناب یسوع نے بالفرض عدالت کی بھی تو وہ اپنے علم غیب کی بنا پر لوگوں کی عدالت نہیں کریں گے۔ بلکہ ان کتابوں کی نقل اڑائی جائیگی۔ جن میں کہ ہر ایک کے اعمال مرقوم ہیں۔

الجواب سادس

اب ایک جواب سنئے۔ کہ اناجیل میں یہ بھی مرقوم ہے۔ کہ عدالت کے دن ہر ایک خود ہی اپنا حساب پیش کرے گا۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

(ا) "تو کس لئے اپنے بھائی پر عیب لگاتا ہے۔ تو کس لئے اسے حقیر جانتا ہے۔ کیونکہ ہم سب خدا کے تخت عدالت کے آگے کھڑے ہوں گے ..... اور ہر ایک زبان اس کے آگے اقرار کریگی۔ پس ہر ایک ہم میں سے خدا کو اپنا اپنا حساب دیگا رومیوں ۱۴/۱۰ و ۱۲/۱۱ بحوالہ یسعیاہ ۴۵/۲۳

(ب) وے اس کو جو زندوں اور مردوں کی عدالت کرنے پر تیار ہے۔ اپنا اپنا حساب دیں گے۔ پطرس ۴/۵

(ج) حضرت مسیح خود مقرر ہیں۔ کہ "میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ ہر ایک بیہودہ بات جو کہ لوگ کہیں عدالت کے دن اس کا حساب دیں گے۔ متی ۱۲/۳۶

کلسیوں ۶/۲۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ عدالت کے دن خود لوگ ہی اپنا اپنا حساب پیش کریں گے۔ نہ کہ جناب یسوع اپنے علم غیب سے لوگوں کے اعمال کے مطابق ان کو جزا سزا دیں گے۔

امید ہے۔ کہ دانشمند اصحاب پر پادری صاحب کی اس بے بنیاد دلیل کی حقیقت کا کافی وافی انکشاف ہو چکا ہوگا۔

نوٹ:۔ یاد رہے۔ کہ متذکرۃ الصدر تمام جوابات الزامی طور پر اور عیسائیوں کے مسلمات کی رو سے ہیں۔ (باقی دارد)

اکسیر حیات

امرت بوٹی

امرت بوٹی ہر شخص کے لئے ایک نئی زندگی اور نئی طاقت و کامیابی کا زندہ پیغام ہے۔ بیرسٹروں۔ ججوں وکیلوں۔ طالب علموں۔ کلرکوں کے لئے حیات بخش ہے۔ **غلط کار نوجوانوں**۔ جریان۔ کثرت احتلام۔ کمی باہ کا تریاق ہے۔ بے زبان عورتوں کی بے قاعدگی ایام ماہواری۔ سفید رطوبت بے اولادی کیلئے اکسیر اعظم ہے۔ تازہ خون پیدا کرنا اور جسم کا وزن بڑھا دینا اسکا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ ہر موسم میں ہر عمر والے انسان کیلئے کامیاب ہے۔

قیمت 50 گولی عہ

منیجر احمدیہ یونانی فارمیسی جالندھر چھاؤنی پنجاب

تندرستی

تندرست دانتوں اور مضبوط مسوڑوں پر منحصر ہے

پائیرس ٹوتھ پوڈر ۱

دانتوں کو مضبوط کرتا ہے۔ اگر وہ جگہ نہ چھوڑ چکے ہوں۔ ان کو اپنی جگہ پر جما دیتا ہے۔ منہ سے بدبو آنے کو روکتا ہے۔ پائیریا کے جراثیم اس سے مر جاتے ہیں۔ سرد گرم پانی اگر دانتوں میں درد کرتا ہو۔ تو اس سے آرام آجاتا ہے۔

پائیرس پوڈر ۲۔ دانتوں کو موتیوں کی طرح چمکا دیتا ہے خوشبودار ہے۔ دانتوں کی میل کو کاٹ کر مضبوط کرتا ہے۔

قیمت ہر دو پوڈر بارہ آنے

منیجر احمدیہ یونانی فارمیسی جالندھر چھاؤنی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی مشن

علاماتِ ظہورِ مسیحؑ و مہدیؑ

پیشتر اس کے کہ ہم علاماتِ ظہورِ مہدی و مسیح علیہ السلام تحریر کریں۔ اس امر کا جتلا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ گو قرآن کریم میں صراحتاً بیان نہیں کیا گیا۔ کہ فلاں فلاں علامات ظہورِ مسیح و مہدی ہیں۔ لیکن جب ہم قرآن کریم میں غور کرتے ہیں۔ تو اس سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو خبریں قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ وہ تین زمانہ کے لئے ہیں۔ ایک رسول اللہ صلعم کے زمانہ کے متعلق۔ دوسرے رسول اللہ صلعم کے زمانہ کے ماقبل انبیاء کے متعلق اور تیسرے آخری زمانہ کے متعلق۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ احادیث میں آخری زمانہ صرف حضرت مسیح و حضرت مہدی کا زمانہ قرار دیا گیا ہے۔ لہذا جہاں آخری زمانہ کی طرف قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے۔ وہاں یقیناً یہی سمجھنا چاہیئے۔ کہ وہ مسیح کے زمانہ کی خبر ہے۔

اب ہم ذیل میں ان تمام علامات کو جو آخری زمانہ کے متعلق ہیں۔ درج کرتے ہوئے ناظرین سے گذارش کرتے ہیں۔ کہ وہ خدارا سوچیں۔ کہ کیا کوئی علامت ایسی رہ گئی ہے۔ جو ابھی تک پوری نہیں ہوئی

قرآن کریم سے

پہلی علامت - لوگوں کا آخری زمانہ میں شریعتِ حقہ پر عملدرآمد نہیں رہے گا۔ اسکی تصدیق قرآن شریف کی آیت اذا الشمس کوّرت سے ہوتی ہے۔ جس کے لفظی معنی ہیں کہ سورج لپیٹ لیا جائیگا۔ شمس سے مراد ہمیشہ نبی کی تعلیم ہوتی ہے جس کے آنے سے جہالت اور غفلت کی تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ یہاں شمس سے ظاہری سورج مراد لینا غلطی ہے۔ کیونکہ اگر یہ ظاہری سورج لپیٹ لیا جاوے۔ تو پھر دنیا کیسے قائم رہ سکتی ہے۔ اور یہ کہنا کہ اس کا وقوع قیامت کے روز ہوگا۔ دور از قیاس ہے۔ کیونکہ اس آیت کے بعد کی آیتیں ظاہر کرتی ہیں۔ کہ اسی دنیا میں اسکا ظہور ہوگا۔ ورنہ جب سورج اور زمین و آسمان ہی نہیں رہیں گے۔ تو ستارے کیوں رہنے لگے۔ اور اونٹ کیوں چھوڑے جانے لگے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ اگلی آیات سے ثابت ہے۔ کہ ستارے قائم تو رہیں گے۔ مگر دھندلے ہو جائیں گے۔ اور اونٹنیاں بھی رہیں گی۔ مگر بے کار چھوڑ دی جائیں گی۔ پس اس آیت کا صحیح مطلب یہی ہے۔ کہ آخری زمانہ میں لوگ شریعت کو چھوڑ دیں گے۔ اور ایک سخت تاریکی اور غفلت کے پردوں میں ملفوف ہو جائینگے

دوسری علامت - وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ یعنی تارے دھندلے پڑ جائیں گے۔ اسکا مطلب یہ ہے۔ کہ علماء خود تاریکی و عصیان اور نفس پرستی میں غرقاب ہو جائیں گے۔ نجوم سے مراد علماء ہیں۔ کیونکہ جیسے آسمان ستارے سورج کی کرنوں سے روشنی پاکر منور دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح علماء شریعت حقہ سے منور ہو کر لوگوں کے اندرون کو روشن کرتے ہیں۔ سو وہ بھی آخری زمانہ میں طرح طرح کے اندھیروں میں گرفتار ہوں گے۔ اور روشنی دینا چھوڑ دیں گے۔

تیسری علامت - وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ یعنی پہاڑ اڑائے جائیں گے۔ سو دیکھ لیجئے۔ کہ ریلوی لائن کے لئے کتنے بڑے بڑے پہاڑوں کو اڑا کر صاف کیا گیا۔ اور سُرنگیں نکالی گئیں۔

چوتھی علامت - وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ۔ یعنی اس زمانہ میں اونٹ بیکار چھوڑ دیئے جائیں گے سو دیکھ لو۔ کہ جب سے ریل اور موٹریں نکلی ہیں۔ اونٹوں کو کوئی نہیں پوچھتا۔ حاجیوں سے پوچھ دیکھو کہ حجاز کی سرزمین میں بھی ریلوں اور موٹروں کے جاری ہونے سے اونٹوں کی کیسی بے قدری ہو گئی ہے

پانچویں علامت - وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ۔ یعنی ذلیل لوگ اٹھائے جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ کمینے اور ادنیٰ درجہ کے لوگ امیر اور صاحب حکومت بنائے جائیں گے۔

چھٹی علامت - وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ یعنی دریا خشک کر دیئے جائیں گے۔ سو کون نہیں جانتا کہ نہروں کے جاری ہونے کی وجہ سے دریا ہر وقت پایاب نظر آتے ہیں۔

ساتویں علامت - وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ۔ یعنی اس وقت لوگ باہم ملیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ آمد و رفت اور قطع منازل کے ایسے سامان مہیا ہو جائیں گے۔ کہ دنیا کے ایک کنارے کے لوگ دوسرے کنارے کے لوگوں سے بڑی آسانی سے مل سکیں گے۔

آٹھویں علامت - وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ۔ یعنی اس وقت ایسی سلطنت حکمران ہوگی۔ جو چھوٹی بے گناہ لڑکیوں کے مارے جانے کی ممانعت اور تفتیش کرے گی۔ سو دیکھ لو۔ کہ جب سے گورنمنٹ برطانیہ کا تسلط ہوا۔ کیسا دختر کشی کا انتظام ہوا ہے۔ اور یہ گندی رسم دنیا سے اٹھ گئی ورنہ راجپوتوں میں بالخصوص اور انکی وجہ سے بعض دیگر اقوام میں بھی یہ مرض پھیل گئی تھی۔ کہ وہ خسر کہلانے کے ڈر سے لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے تھے۔

نویں علامت - وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ یعنی اس زمانہ میں کتابیں اور رسالے پھیلائے جائیں گے۔ سو اگر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس وقت تمام دنیا کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب وغیرہ کو جمع کیا جائے۔ تو ایک اور ہمالیہ پہاڑ بن سکتا ہے

دسویں علامت۔ وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتْ یعنی جب آسمان کی کھال اتاری جائیگی۔ بال کی کھال اتارنا ایک محاورہ ہے۔ اور اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں آسمان کے متعلق تحقیق و تفتیش کی جائے گی۔ اور علوم نجوم اور ہیئت وغیرہ کی خوب ترقی ہوگی۔

گیارھویں علامت۔ وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ یعنی جس وقت آتشِ دوزخ بھڑکائی جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں معاصی کا اسقدر گرم بازار ہوگا۔ کہ جسکی وجہ سے دوزخ بھڑکایا جائے گا۔ اور بدکار اس میں ڈالے جائینگے سو یہ بھی اس زمانہ میں ظاہر ہے۔ بدکاری کا وہ زور و شور ہے۔ کہ العیاذ باللہ۔

بارھویں علامت۔ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ۔ یعنی جنت قریب کی جائے گی۔ اسکا یہ مطلب ہے۔ کہ عیش و آرام کے سامان کثرت سے ہو جائیں گے۔ سو کون نہیں جانتا۔ کہ آرام کے سامان اس قدر عام ہو گئے ہیں۔ کہ پہلے زمانوں میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔

احادیث سے علامتیں

نمبر ۱۔ "ابن عدی اور حسین بن حسن حلیمی نے حضرت علی سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ ضرور ضرور لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا۔ جبکہ اسلام کا نام ہی نام رہ جائے گا۔ اور قرآن بھی صرف رسمی طور سے پڑھا جائیگا۔ مسجدیں تو خوب آباد ہوں گی۔ مگر ان میں کوئی ہدایت کے ذریعے نہیں ہوں گے۔ اس وقت کے علماء ایسے ہوں گے۔ کہ آسمان کے تلے ان سے بدتر کوئی مخلوقات نہ ہوگی۔ جسقدر فتنہ و فساد برپا ہونگے سب انہی سے ہوں گے۔ اور ان کا وبال بھی انہیں پر الٹ پڑیگا۔" (کنز العمال جلد ۶ صـ ۴۳)

ذرا سوچو کہ یہ امر واقعہ ہے یا نہیں۔ کہ اس وقت اسلام کا نام ہی نام رہ گیا ہے۔ لوگ رسمی طور پر قرآن پڑھتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے۔ کہ اس میں لکھا کیا ہے۔ مسجدوں میں جاؤ۔ تو وہاں لکھا ہوتا ہے۔ "بھائیو اپنی جوتیوں اور کپڑوں سے ہوشیار" گویا مسجدیں جو خدا کا نام بلند کرنے کی جگہ اور جائے امن تھیں۔ وہاں اب لوگوں کی جوتیاں اور کپڑے بھی محفوظ نہیں۔

ذیل میں ہم ان تمام علامات کی فہرست درج کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے ناظرین سے گذارش کرتے ہیں۔ کہ وہ سوچیں کہ ان میں سے کونسی علامت ایسی رہ گئی ہے۔ جو ابھی پوری نہیں ہوئی:۔

نمبر ۲۔ امام نسائی حضرت ابوھریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا۔ کہ آدمی اس بات کی پروا نہیں کریں گے۔ کہ یہ مال کہاں سے آیا۔ حلال سے یا حرام سے۔

نمبر ۳۔ اس وقت اسلامی ممالک میں فسق و فجور و کفر کی کثرت ہوگی۔

نمبر ۴۔ مسلمانوں پر مخالفوں کی طرف سے حملے ہونگے

نمبر ۵۔ بدعات و خیانت کا عام رواج ہوگا۔

نمبر ۶۔ کفار و فساق کی دوستی اور صالحین سے عداوت ہوگی

نمبر ۷۔ مسلمان باہم ایک دوسرے کو ایذا دیں گے

نمبر ۸۔ شراب خوری و قمار بازی کا زور ہوگا۔

نمبر ۹۔ رشوت ستانی سود خوری اور رہزنی کا عام رواج ہوگا۔

نمبر ۱۰۔ بے رحمی اور بے حیائی کا زور ہوگا۔

نمبر ۱۱۔ غیبت۔ عیب جوئی۔ حلف دروغی۔ جھوٹی شہادت کا رواج ہوگا۔

نمبر ۱۲۔ فحش گوئی۔ نافرمانیٔ والدین و تابعداری زوجہ عام ہوگی۔

نمبر ۱۳۔ علم دنیا کے لئے سیکھا جائے گا۔

نمبر ۱۴۔ دغا فریب بکثرت ہو جائے گا۔

نمبر ۱۵۔ بڑے بڑے اہم امور نااہلوں کے سپرد ہونگے

نمبر ۱۶۔ عابد جاہل۔ عالم بے عمل اور قاری فاسق ہونگے۔

نمبر ۱۷۔ تعمیرات مساجد بکثرت ہوگی۔

نمبر ۱۸۔ کثرت اولاد زنا سے ہوگی۔

نمبر ۱۹۔ شرفاء و امراء کھیل کود۔ راگ رنگ میں مصروف ہونگے

نمبر ۲۰۔ عالم۔ قاضی۔ مفتی کمینے اقوام میں سے ہونگے۔

نمبر ۲۱۔ رشتہ داروں اور دوستوں میں باہم شکایت ہوگی

نمبر ۲۲۔ کاہنوں۔ نجومیوں اور رمالوں پر لوگوں کا بڑا ایمان ہوگا۔

نمبر ۲۳۔ زلزلے۔ قحط۔ بجلیاں۔ زمین کا دھس جانا بکثرت ہوگا۔

نمبر ۲۴۔ کتب و کاغذ کی کثرت ہوگی۔

نمبر ۲۵۔ اس زمانہ میں مطربوں کی بڑی عزت ہوگی

نمبر ۲۶۔ دانشمندوں کی ذلت اور ذکرِ خدا و رسول سے نفرت ہوگی۔ نمبر ۲۷۔ درویشوں کی عزت مفقود ہو جائیگی

نمبر ۲۸۔ لوگ زنا پر فخر کریں گے۔

نمبر ۲۹۔ بارش بسا اوقات بے وقت ہوگی۔

نمبر ۳۰۔ بزرگوں میں صدق اور چھوٹوں میں توقیر نہ ہوگی

نمبر ۳۱۔ عورتیں بے شرم اور مرد بے مروت ہونگے۔

نمبر ۳۲۔ باپ بیٹوں میں محبت مفقود ہوگی۔

نمبر ۳۳۔ نعمت سے لوگ نفرت ظاہر کریں گے۔

نمبر ۳۴۔ عورتوں کی کثرت ہوگی۔

نمبر ۳۵۔ لوگ جلدی جلدی بوڑھے ہو جائیں گے۔

نمبر ۳۶۔ اس زمانہ میں ٹڈی دل بکثرت ہوگا۔

نمبر ۳۷۔ مالکوں سے خادم بیزار ہوں گے۔

نمبر ۳۸۔ لوگ حق بات قبول کرنے سے گریز کرینگے۔

نمبر ۳۹۔ حقیقی بھائیوں میں مذہبی اختلاف ہوگا۔

نمبر ۴۰۔ دولتمند عزت کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔

نمبر ۴۱۔ خطیب کذاب ہوں گے۔

نمبر ۴۲۔ علماء عوام لوگوں میں سے ہوں گے۔

نمبر ۴۳۔ رؤسا اہل سرپنچ ہوں گے۔

نمبر ۴۴۔ علم قرآن نہیں رہے گا۔

نمبر ۴۵۔ مال حلال و حرام میں امتیاز نہیں رہیگا۔

نمبر ۴۶۔ اسلام دنیا میں برائے نام ہوگا۔

نمبر ۴۷۔ لوگ مسجدوں میں دنیاوی باتیں کریں گے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نمبر ۴۸۔ لوگوں کی ہمہ تن ہمت پیٹ کیلئے ہوگی۔
نمبر ۴۹۔ مساجد اور قاری بہت ہوں گے۔ مگر عالم دین کم ہوں گے۔
نمبر ۵۰۔ مومن لوگوں سے چھپتا پھرے گا۔
نمبر ۵۱۔ اس زمانہ میں تحریر کا زور ہوگا۔
نمبر ۵۲۔ سفر بکثرت ہو جائے گا۔
نمبر ۵۳۔ نصاریٰ دنیا میں پھیل جائیں گے۔
نمبر ۵۴۔ دجال کل روئے زمین پر محیط ہوگا۔
نمبر ۵۵۔ اس زمانہ میں حج روکا جائے گا۔
نمبر ۵۶۔ وبائی طاعون عام پھیل جائے گی۔
نمبر ۵۷۔ امت محمدیہ یہود کے قدم بقدم چلے گی۔
نمبر ۵۸۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر متروک ہوگا۔
نمبر ۵۹۔ گفتگو میں نفاق و ریاء عام ہو جائیگا۔
نمبر ۶۰۔ قریب ظہور مہدی کے وقت آفتاب سے ایک نشان ظاہر ہوگا۔ چنانچہ یہ نشان بھی پورا ہو چکا۔ اور ۱۳۰۰ھ میں بعض مقامات میسور وغیرہ کی طرف طلوع و غروب کے وقت آفتاب سبز نظر آیا تھا۔ اور اخباروں میں یہ خبر تعجب سے شائع ہوئی تھی۔
نمبر ۶۱۔ ایک علامت یہ ہے۔ کہ ایک دُمدار ستارہ قریب ظہور مہدی نکلے گا۔ سو یہ ستارہ بھی ۱۲۷۵ھ میں نکل چکا۔ اور جانب شمال مغرب دکھائی دیتا تھا۔ اور دُم مشرق کی جانب تھی۔
نمبر ۶۲۔ ایک علامت یہ ہے۔ کہ مشرق کی طرف سے آگ ظاہر ہوگی۔ یہ نشان بھی وقوع میں آچکا۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خانصاحب اپنی کتاب حدیث الغاشیہ میں لکھتے ہیں:۔ کہ ۱۸۸۴ء میں بعد غروب آفتاب سارا آسمان مثل انگارے کے لال ہوگیا۔ ایک گھنٹہ کے بعد وہ سرخی سمٹ کر بشکل ستارۂ دُمدار ظاہر ہوئی۔ پھر ستارہ ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر گرنے لگا (دیکھو کتاب حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۰۹)
نمبر ۶۳۔ ایک علامت یہ ہے۔ کہ مشرق کی طرف سے آگ ظاہر ہوگی۔ جو تین یا سات دن تک رہے گی۔ (دیکھو کتاب اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۰۶) یہ نشان بھی بڑی وضاحت کے ساتھ پورا ہوا۔ ۱۳۰۰ھ میں جزیرہ جاوا میں کوہ آتش فشاں کے پھوٹ نکلنے سے اس قدر آگ روشن ہوئی۔ کہ ایک ہفتہ تک نمودار رہی۔ اور جزیرہ جاوا کا اکثر حصہ بالآخر خاک سیاہ اور غرق در آب ہوگیا۔
نمبر ۶۴۔ ایک علامت یہ ہے۔ کہ آسمان پر سرخی نمودار ہوگی۔ جو آسمان کے کناروں میں پھیل جائیگی۔ (اقتراب الساعۃ صفحہ ۶۷) اس سرخی کے بارہ میں نواب صدیق حسن خانصاحب لکھتے ہیں۔ کہ یکم ستمبر ۱۸۸۳ء صبح و شام مشرق و مغرب کے کنارے پر سرخی آسمان پر نمودار ہوئی۔ چار ماہ کامل سے اب تک یہ سرخی موجود ہے (دیکھو کتاب مذکور صفحہ ۶۷)
نمبر ۶۵۔ ایک علامت یہ ہے۔ کہ آسمان پر اندھیرا ظاہر ہوگا۔ یہ نشان بھی ۱۸۹۸ء میں واقع ہوا۔ اور اس نشان کے لئے امریکہ یورپ اور مختلف ممالک دنیا سے لوگ ہندوستان میں آئے۔
نمبر ۶۶۔ ایک اور نہایت بیّن علامت یہ ہے۔ کہ ماہ رمضان میں کسوف و خسوف واقع ہوگا چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔ "ان لمهدينا آيتين لم تكونا منذ خلق السموات و الارض ينكسف القمر لاول ليلة من رمضان وتنكسف الشمس فى النصف منه"۔ (دیکھو سنن دار قطنی جلد ۶ صفحہ ۱۸۸) اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ "ہمارے مہدی کے دو نشان ہیں۔ جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں۔ کسی کے تصدیق دعویٰ کے لئے وہ دو نشان ظاہر نہیں ہوئے۔ ایک ان میں سے یہ ہے۔ کہ چاند کو رمضان کے مہینے میں اول رات میں گرہن لگے گا۔ اور سورج کو اسکے نصف میں"۔ یہ نشان بھی نہایت صفائی کے ساتھ پورا ہوا۔ اور ۱۳۱۱ھ کے ماہ رمضان میں ۱۳ تاریخ کو چاند گرہن اور ۲۸ کو سورج گرہن واقع ہوئے باوجودیکہ تمام قوموں کے منجموں نے زور لگایا۔ مگر کوئی چاند اور سورج گرہن اس قسم کا کہ مدعی موجود ہو۔ اور پھر واقع ہوئے ہوں۔ ابتدائے افرینش سے ۱۳۳۱ھ تک ثابت نہیں کر سکے۔
یہ نشان اس قدر زبان زد خلائق تھا۔ کہ مولوی صاحبان خطبوں میں رو رو کر اسے بیان کیا کرتے تھے۔ کہ جب مہدی ظاہر ہوگا۔ تو ماہِ رمضان میں سورج اور چاند دونوں کو گرہن لگے گا۔ لیکن افسوس کہ جب ۱۳۱۱ھ میں یہ نشان نہایت صفائی کے ساتھ پورا ہوگیا۔ تو انہیں حضرات نے یہ حیلہ تراشا۔ کہ حدیث کے الفاظ تو یہ ہیں۔ کہ رمضان کی پہلی رات ہوگی جب چاند گرہن ہوگا۔ اور رمضان کا نصف یعنی پندرھویں کو سورج گرہن ہوگا۔ لیکن یہاں تو چاند گرہن رمضان کی تیرھویں کو اور سورج گرہن اٹھائیسویں کو واقع ہوئے"۔ ان حضرات کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے چاند اور سورج گرہن کے لئے قانون مقرر کیا ہوا ہے صرف تین راتیں مقرر ہیں۔ یعنی ۱۳-۱۴-۱۵ اور سورج گرہن کے لئے ۲۷-۲۸-۲۹۔ تو جیسا کہ حدیث میں تھا۔ چاند کو اپنی مقررہ راتوں میں سے اول رات یعنی ۱۳ کو اور سورج کو اپنے مقررہ دنوں میں سے درمیان میں یعنی ۲۸ کو گرہن ہوا۔ اور الحمد للہ کہ یہ نشان نہایت صفائی کے ساتھ پورا ہوا۔ (باقی دارد)

پھر اطلاع دی جاتی ہے

کہ جن خریداران فاروق کا چندہ دسمبر ۳۶ء کو ختم ہو چکا ہے۔ اور جن کے ذمہ پچھلا بقایا ہے۔ اور وی پی واپس کئے ہیں۔ وہ ازراہِ کرم اپنا چندہ اور بقایا جلد ارسال کر دیں یا اطلاع دیں۔ کہ کب ادا کریں گے۔ ورنہ یکم فروری ۳۷ء کو سب کے نام وی پی ارسال ہوں گے۔ (منیجر فاروق)